صحیح بخاری اور احادیث متواترہ

(نامہ نگار کی رائے سے اڈیٹر کا متفق ہونا ضروری نہیں ۔ فافہم (مدیر)

(از مولوی عبدالرحیم صاحب متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

مسلم بھائیو اس وقت جس درد دل کا اظہار کرتا ہے ۔ اگر اس کو خون کے آنسو کہوں تو بے جا نہ ہوگا ۔ واللہ جگر پاش پاش ہوجاتا ہے ۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے ۔ ہوش و حواس بے قرار ہوجاتے ہیں ۔ جب کبھی کانوں میں آواز پڑتی ہے ۔ کہ احادیث رسول اللہ سوائے چند ایک حدیثوں کے جن کو اصول کی کتابوں میں قلیلۃ جدًا (بہت تھوڑی) سے تعبیر کیا گیا ۔ بس یہی متواتر ہیں ۔ باقی تمام اخبار آحاد ہیں ۔ جو کہ ظنی الثبوت ہونے کے علاوہ یقین کی مفید نہیں ہوتیں ۔ اور جب ان سے یقین حاصل نہ ہوا ۔ تو اس پر عمل کرنا بھی واجب نہیں ہوگا ۔ دراصل یہ تمام مقلدین کی اختراعات ہیں ۔ کیونکہ جب تک وہ کتاب اللہ اور سنتِ نبوی پر ہاتھ صاف نہ کرلیں ۔ اسوقت تک ائمہ کے اقوال پر عمل پیرا ہونے میں باقی مسلمانوں کے اعتراضوں کا نشانہ بنتے ہیں ۔ اسواسطے پہلے احادیث پر کلام کرکے اور اسناد میں اضطراب و علل پیدا کرکے اور بعض احادیث کو بعض سے متعارض قرار دے کر تمام کا قلع قمع کردیا ۔ بس پھر تو میدان ہی صاف ہوگیا ۔ اور اقوال الرجال جن کا نہ سر ہے نہ پاؤں یقیناً مان کر ان کو اپنا لائحہ عمل بنالیا ۔

دوستو فقہ کی کتابیں منیۃ المصلی سے لیکر ہدایہ اور عالمگیری اور شامی تک تمام کی تمام اول سے آخر تک دیکھ جاؤ ۔ واللہ آپ کو امام صاحب کا ایک قول مسند نہ ملیگا ۔ صرف چند ایک اقوال کو امام کی طرف منسوب کردیا گیا ہے ۔ اور شاید وہ خود مصنفین کے ہی ہیں ۔ یا کسی غیر کے پس ایسی حالتیں دیکھکر دل سے ایک درد بھری آہ نکلتی ہے کہ اس ضلالت و جہالت کے زمانہ میں نبیؐ بیچارہ اتنا یتیم اور معصوم ہوگیا ہے ۔ کہ اس کے اقوال مبارکہ جو مسند ہیں پس پشت ڈال کر ائمہ کے بے سند اقوال کو شریعت قرار دیدیا گیا ہے ۔ پس اس غم کو پہلو میں لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں ۔ اور اپنی ناچیز آواز کو ان اصحاب کے کانوں تک پہنچانا چاہتا ہوں ۔ جن کا مطالعہ مسلم الثبوت نور الانوار توضیح تلویح تک محدود ہے ۔ اور انھیں کتابوں کو علمی کمال کی انتہائی منزل قرار دیکر اپنے آپ کو وحید الدہر اور جامع معقول منقول سمجھتے ہیں ۔ اور ان کے سامنے اعلانیہ طور میں یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ صحیح بخاری کی جملہ احادیث متواتر اور علم ضروری کی مفید ہیں ۔ اور اس کے ساتھ ہی خدا سے دست بدعا ہوں کہ میری اس ناچیز صدا سے عوام الناس کو فائدہ پہنچا دے ۔ اور خاص کر خواندہ حضرات کیلئے رشد و ہدایت کا سبب بنائے ۔ اللھم وفقنا لما تحب و ترضیٰ ۔

قبل ازیں اسی مسئلے پر جب کسی طالب علم سے میرا مکالمہ ہوتا تو مجھے جواباً کہتے کہ یہ تمہاری محض امام بخاری کے ساتھ حسن ظنی ہے تو ان کے جواب میں میں یہ شعر پڑھتا ؎

کاج کاناکہ عیب من گفتند ۔ رویت اے دلستاں بدیدندے ✣ تا بجائے ترنج در نظرت ۔ بے خبر دستہا بریدندے ۔

کاش کہ جو لوگ محبت کی وجہ سے مجھے معیوب بناتے ہیں ۔ اے میرے محبوب کبھی تیرا منہ بھی دیکھ لیتے ۔ تو تیرے جلوہ سے متاثر ہوکر بے ساختہ اپنے ہاتھ کاٹ ڈالتے ۔

اور اگر سچ بات پوچھتے ہو تو جہانتک میرے علم نے میری ہدایت کی ہے۔ اور جس چیز نے میرے دل میں گھر کر لیا ہے وہ یہی ہے کہ جس طرح قرآن مجید کی تلاوت سے قاری خدا کے ساتھ مناجات کرتا ہے۔ اسی طرح صحیح بخاری کے پڑھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا رسول اللہ سے گفتگو ہو رہی ہے۔ اور ایسا لطف حاصل ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے تمام بدن نور ایمانی سے جگمگا اٹھتا ہے۔ اور دل میں یہی لو ہوتی ہے کہ ہمیشہ اس کو پڑھتے رہیں ع کیا جانے تجھ میں کیا ہے کہ لوٹے ہے تجھ پہ جی۔

اب میں اصل مضمون کی طرف مراجعت کرتا ہوا۔ متواتر کی تعریف اور اقسام بیان کرتا ہوں۔ تاکہ مدعا کے سمجھنے میں کسی قسم کی رکاوٹ حائل نہ ہو۔ عام طور پر متواتر کی تین قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔ متواتر بالتعامل۔ یعنی سلف وخلف کا عمل کسی چیز پر دائم ہے۔ دوسرے تواتر بالمعنی۔ ایک مضمون کی مختلف حدیثیں متعدد طرق سے مختلف راویوں سے مروی ہوں۔ اور تمام کی تمام ایک معنی پر دال ہوں۔ تیسرے تواتر بالروایۃ ایک ہی حدیث اکثر راویوں سے منقول ہو۔ پہلی اور دوسری قسم میں کسی کا اختلاف نہیں۔ تمام محدثین اور فقہا اور اصولی ان دونوں معنوں کے لحاظ سے جمیع احادیث بخاری کو متواتر مانتے ہیں۔ صرف اگر اختلاف ہے تو قسم ثالث میں۔ اور اسی کی تحقیق اسوقت مقصود ہے۔ متواتر کی تعریف اصولی لوگ اس طرح کرتے ہیں :۔

ما یرویہ قوم لا یحصیٰ عددھم ولا یتوھم تواطئھم علی الکذب لکثرتھم۔

وہ حدیث جس کو اتنے راویوں نے بیان کیا ہے جو شمار نہ ہو سکتے ہیں۔ اور جن کا کثرت کی وجہ سے کذب پر متفق ہونے کا وہم تک بھی نہ ہو۔ اس جملہ پر تمام کا اتفاق ہے۔ اس کے بعد شروط میں اختلاف ہے۔ محدثین کے نزدیک چار شرطیں ہیں۔ اول نفس کثرت، دوسرے ایسی کثرت ہو کہ جن کا کذب پر متفق ہونا محال ہو۔ اور دوسری شرط کے زائد کرنے کی ضرورت اسواسطے پڑی کہ حدیث کے ناقلین اور رواۃ کی بھی چار قسمیں ہیں۔ اول اسلام دوسرے عدالۃ پس روافض وخوارج کی روایت منظور نہیں۔ جس سے انکے مذہب کی تائید وترویج ہوتی ہو۔ . . . اور اسی طرح ہر فرقہ غالبہ اس قید سے خارج کیا گیا ہے۔ تیسرے عقل کامل ہو۔ پس مجنوں یا بچہ کی روایت قابل قبول نہیں۔ اگرچہ بچہ کا تحمل حدیث سن صغر میں جائز ہے۔ چوتھے ضبط اور حفظ بہت اچھا ہو۔ چونکہ رواۃ میں ان شروط کا اعتبار کیا گیا ہے۔ اسواسطے نفس کثرت مفید یقین نہیں ہو سکتی۔ تیسری شرط تمام طبقوں میں ایک جیسے اور ہم پلہ اور مساوی آدمی ہوں۔ چوتھی اگر روایت محسوسات سے تعلق رکھتی ہے تو الفاظ روایت بھی ایسے ہوں۔ جو امور حسیہ میں سے ہوں۔ چوتھی۔ اس کے بعد فقہا تعدد مکان کی شرط بھی زیادہ کرتے ہیں یعنی رواۃ مختلف مقامات کے ہوں۔ ان شروط کی تحقیق کے بعد پھر اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ حدیث بمع شروط خود یقین کی مستلزم ہے یا نہیں۔

یہ تعریف تو ایک قوم کے نزدیک ہے۔ اور بعض محدثین رواۃ کی تعیین بھی کرتے ہیں۔ اب اس میں دس قول ہیں کیونکہ ہماری شریعت نے بعض امور شرعیہ میں اذعان حاصل کرنے کیلئے خاص خاص عدد کو مقرر کر دیا ہے چنانچہ بعض جگہ چار کا اعتبار کیا ہے اور بعض جگہ پانچ علیٰ ھذا القیاس سات اور دس اور بارہ اور بیس اور چالیس اور ستر وغیرہ کے عدد قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ جو اذعان کا سبب بنتے ہیں لیکن صحیح مذہب یہی ہے کہ کسی عدد کو معین کرنا درست نہیں اسواسطے

کہ یہاں کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ اور ہر مسئلے میں اذعان کے حاصل کرنے کا طریقہ جداگانہ ہے اور خود قرآن مجید میں مختلف اعداد کا مذکور ہونا اس امر کا بین ثبوت ہے۔ یہ تو میں نے مختصر طور پر تعریف کو بیان کیا۔ اب صحیح بخاری کی احادیث کو متواتر کہنا اسوقت صحیح ہوگا جب یہ تعریف ان پر منطبق ہوجائے۔ اس بات پر تو تمام کا اتفاق ہے کہ احادیث کی جملہ کتابیں عموماً اور صحیحین خصوصاً اپنے مصنفین تک متواتر ہیں۔ اسواسطے کہ ہر زمانہ اور ہر طبقہ میں صحیح بخاری کو قبولیت کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے اور اس کی تعلیم و تعلم ہمیشہ سے جاری ساری ہے یہانتک کہ مشہور ہے۔ کہ رسول اللہ کے اصحاب اور بخاری کے دونوں برابر تھے۔ اب رہا یہ کہ مصنفین سے لیکر رسول اللہؐ تک تمام حدیثیں متواتر ہیں یا نہیں۔ تو جواباً عرض ہے کہ بخاری شریف میں چند ایک حدیثیں ہی ایسی ہیں جنکو امام صاحب صرف ایک دفعہ لائے ہیں باقی تمام احادیث کو چار چار یا پانچ پانچ دفعہ یا اس سے زیادہ متعدد اسناد سے بیان کیا ہے۔ اور اس کے علاوہ وہی احادیث باقی ائمہ حدیث اپنی کتابوں میں دوسری سندوں سے لائے ہیں۔ اب جناب من خود ہی فیصلہ کیجئے۔ جو حدیث اتنی متعدد اسناد سے مذکور ہو اس کے متواتر ہونے میں کیا شک ہے ؎

پیش کہ بر آرم از دستت فریاد ؛ ہم از تو از دست تو مے خواہم داد

باقی رہیں وہ احادیث جو صرف ایک ہی سند سے مروی ہیں تو اس کے بہت سے جواب ہیں۔

اوّل یہ کہ ہر متواتر کیلئے تعدد اسناد کا ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ کبھی رواۃ کے احوال و صفات کو مدنظر رکھکر حدیث کو متواتر کہہ دیا جاتا ہے۔ جیساکہ شرح نخبہ میں تفصیل سے مذکور ہے۔ پس اب امام بخاریؒ کے شروط کو لحاظ کرتے ہوئے۔ انکی احادیث مخرجہ کے رواۃ کے متعلق آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ عدل و ضبط ورع و زہد و تدین میں کس قسم کے ہوں گے اور ان اوصاف کے ہوتے ہوئے۔ ان کی مرویات کا درجہ کیا ہوگا۔

دوسرا۲ جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خبر واحد جو محتف بالقرائن ہو۔ وہ بھی متواتر ہوتی ہے۔ خبر واحد محتف بالقرائن کی تین قسمیں ہیں جن میں سے ایک صرف امام بخاریؒ و مسلمؒ کا اپنی کتاب میں ذکر کرنا ہی اس کے متواتر ہونے کیلئے کافی ہے۔ جیساکہ اصول کی کتابیں شاہد ہیں۔

تیسرا۳ جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہر خبر واحد مفید ظن نہیں ہوتی۔ اس دعویٰ کے استشہاد میں میرے پاس سینکڑوں دلیلیں ہیں۔ مثلاً ایک زمانہ میں ایک نبیؐ ہونا پھر اس کے بعد ایک خلیفہ ہونا۔ اور خلیفۃ المسلمین کی اطاعت واجب ہوتی ہے اور اسکا باغی قتل کا مستوجب ہوتا ہے اور وجوب ظن سے ثابت نہیں ہوسکتا۔ پس معلوم ہوا کہ خلیفۃ المسلمین کا قول مفید یقین ہوگا۔ یہانتک کہ اگر دوسرا مدعی خلافت ہو تو اس کو قتل کردینے کا حکم ہے۔ اور تحویل کعبہ کے وقت قبا والوں کو صرف ایک آدمی نے خبر دی تھی جسکی وجہ سے وہ نماز میں ہی پھر گئے تھے۔ اگر خبر واحد مفید ظن ہوتی تو قبا والے بیت المقدس سے جسکا قبلہ ہونا یقینی تھا اس ظن کی بنا پر نہ بدلتے۔ اسی طرح ضمام بن ثعلبہ اپنی قوم کا نمائندہ ہوکر رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اور تعلیم نبوی حاصل کرنے کے بعد اپنی قوم کا مبلغ بن کر گیا تھا۔ اور اس کے علاوہ ایک دست بستہ عرض ہے کہ مقلدین حضرات کا امام ایک ہوتا ہے اور امام مجتہد کی اطاعت واجب ہوتی ہے۔ اب خود ہی فیصلہ کیجئے۔ اگر گویم زباں سوزد۔ اور اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ مقلدین کا لائحہ عمل ظنیات کے علاوہ کچھ اور نہیں یا تو اپنا اصول بخوشی واپس لیجئے۔ ورنہ شکل اول سے نتیجہ صاف ظاہر ہے۔

اس کے علاوہ اگر بالفرض میں تسلیم بھی کر لیتا ہوں کہ مفید ظن ہے۔ تو میری عرض یہ ہے کہ مسلم الثبوت ص میں ہے اما المقلد فمستندہ قول مجتہدہ لاظنہ ولا ظنہ یعنی مقلد کیلئے صرف امام کا قول حجت ہے (قرآن و حدیث نہیں) ظن مجتہد اور ظن مقلد یہ دونوں حجت نہیں بن سکتے تھے۔ اب اس کے نیچے بحر العلوم تحریر فرماتے ہیں کہ مقلد کا ظن لاشیٔ ہے اور مجتہد کا ظن مقلد کے حق میں یقین سے بدلجاتا ہے۔ اور اسی طرح امام و مقلد کے ظنوں کا فرق کیا کرتے ہیں جیسا کہ اصول فقہ کی کتب شہادت کیلئے کافی ہیں۔ پس اب عرض یہ ہے کہ امام کا ظن تو یقین سے بدل گیا۔ اور رسولؐ کا ظن (قول و فعل) ان کی امت کیلئے مفید یقین نہ ہوا۔ آہ ع یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا

اب رہی یہ بات کہ مقدمہ ابن صلاح میں صحیحین کی دو سو دس حدیثوں پر اعتراض کیا گیا ہے۔ جن میں اسّی حدیثیں تو صرف بخاری شریف میں ہیں باقی مشترکہ ہیں اور اسی طرح قریباً چھ سو راویوں پر اعتراض کیا ہے۔ اور عدالتہ و ضبط میں طعن سے کام لیا گیا ہے۔ اور دارقطنی نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ تو اس کے بہت سے جواب ہیں۔ اول تو معارضہ یہ ہے کہ قرآن مجید کو جو فریقین کا مسلمہ ہے اس پر ہزاروں اعتراض کئے گئے۔ چنانچہ فی زمانہ بھی قرآن مجید کو نعوذ باللہ اللہ کی کتاب نہیں مانا جاتا ہے۔ تو کیا آپ ان کی جرح کو تسلیم کر لینگے۔ اور نعوذ باللہ قرآن مجید کو غلط کہیں گے۔ اسی طرح بخاری پر اعتراض کئے گئے جن کی تفصیل کے ساتھ امام نوویؒ نے صحیح بخاری کی شرح میں جوابات دیئے ہیں۔ اور حافظ عراقی نے مستقل کتاب اس کے رد میں لکھی ہے۔

اور امام رشید عطائی نے ایک رسالہ لکھا ہے۔ جس میں ایک ایک اعتراض کے بیسیوں جواب دیئے گئے ہیں۔ غرضیکہ ہر ایک اعتراض باطل ہے۔ نیز کوئی راوی بھی ایسا نہیں جس پر کسی نہ کسی نے کچھ جرح نہ کی ہو۔ تو کیا تمام حدیثیں چھوڑ دی جائینگی۔ اسواسطے ہر ایک جرح کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ بلکہ خاص خاص ائمہ کی جرح و تعدیل معتبر ہوگی۔ اور تعدیل کے لئے صرف ایک ہی شہادت (بشرطیکہ اس کے لائق ہو) کافی ہے۔ جیسا کہ امام بخاریؒ نے کتاب الشہادت میں باب مرتب کر کے ثابت کیا ہے۔ کہ صرف ایک ہی تعدیل کافی ہے۔ اور بہت سی احادیث درج کی ہیں من شاء فلیرجع الیھا۔ الغرض جس امام نے اپنی صحیح کو سولہ سال تک درست کیا ہو۔ اور تصنیف کے وقت بھی ایسی شروط سے کتاب لکھی ہو جو کہ اپنی نظیر آپ ہوں۔ اور چھ لاکھ حدیث سے چند منتخب کی ہوں۔ کیا ہو سکتا ہے کہ اس کی کتاب کو ظنیات کا دفتر بنا دیا جائے۔ بلکہ وہ تمام کی تمام متواتر ہیں جیسا کہ ادلہ سابقہ سے صاف ظاہر ہے۔ ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

کفار مکہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم

از محمد شمس الدین شمس گیاوی متعلم جماعت ثالثہ مدرسہ رحمانیہ دہلی

عرب کی سرزمیں میں ناگہاں اک انقلاب آیا
حقیقت میں جو ہنگر ملت ودیں کا شباب آیا
وہاں کے ہوگئے تھے خشک سب چشمے ہدایت کے
انھیں باران رحمت سے بہانیکو سحاب آیا
حقیقت کفر کی جب آشکارا کی محمدؐ نے
تو سنکر بت پرستوں کو بہت ہی پیچ و تاب آیا
دیا کرتے تھے گالی حضرت خیر الوریٰ کو وہ
مگر حق بات کا ان کو نہ کوئی بھی جواب آیا
فنا ٹکرا کے دیں سے ہوگئے اسطرح وہ جیسے
فنا ہونے مقابل موج کے کوئی حباب آیا
بالآخر دین پھیلا ہر طرف اے شمس دنیا میں
اسی ملت کے سایہ میں جہاں میں انقلاب آیا